۸۳

خواجہ صاحب کے مطالبہ حلف کا جواب

(فرمودہ ۱۰۔ ستمبر ۱۹۱۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَـُٔوْسًا۔ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا [1]۔

اس کے بعد فرمایا:-

جب تک کسی انسان کو کوئی انعام نہیں ملا ہوتا اس وقت تک تو وہ بڑی ناامیدی کا اظہار کرتا ہے اور اس کا دل بیٹھا جاتا ہے اور وہ ہمت ہارے ہوئے ہوتا ہے لیکن جونہی خداتعالیٰ کی طرف سے اس پر انعام اور فضل نازل ہوتا ہے بہت سے انسان ایسے ہوتے ہیں جو بڑا غرور اور تکبّر کرتے اور یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ جو کچھ ہیں ہم ہی ہیں اور ہم نے خود ہی اپنی سمجھ، اپنی عقل، اپنی کوشش اور اپنے فہم سے یہ انعام حاصل کر لئے ہیں، خدا کے فضل کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ایسے کسی انسان پر ذرا خدا کا فضل اور احسان ہوا اور اس نے خداتعالیٰ کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ اور جب ذرا سزا، غضب اور دکھ ہوا تو جھٹ کمر توڑ کر بیٹھ رہا۔

کمزور طبائع کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے۔ اور جب سے یہ انسان پیدا ہوا اور جب سے اس

زمین پر آدم کی اولاد نے قدم رکھا ہے جبھی سے کمزور اور ناشکر گزار طبائع اس مرض میں گرفتار پائی گئی ہیں اور آج تک کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ اکثر انسان اس کمزوری اور غلطی سے بُری نظر آئے ہوں۔ جب کبھی بھی خدا تعالیٰ کا ان پر رحم اور فضل ہوا تو انہوں نے منہ موڑ لیا اور یہی دعویٰ کیا کہ ہمیں اپنی ہمت اپنی کوشش اور اپنی عقل سے یہ کچھ ملا ہے خدا کا اس میں کیا دخل ہے لیکن جب تک انہیں کچھ نہیں ملا ہوتا تو ہمت توڑ کر اور بالکل ناامید ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ یہ زمانہ بھی اس قسم کے لوگوں سے مستثنیٰ نہیں۔ جیسا کہ پہلے زمانہ میں اس قسم کے لوگ ہوئے ہیں کہ انعام ملنے کے وقت ناشکر گزار اور نہ ملنے پر ناامید ہو جاتے تھے، یہی فطری کمزوری آج بھی بہتوں میں پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح وہ لوگ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے کام نہ لیتے تھے، اس کے دیئے ہوئے علم پر عمل نہ کرتے تھے، اس کی بتائی ہوئی تدبیروں پر کاربند نہ ہوتے تھے، اس کے احکام کے مطابق کام کرنے میں کمزوری دکھاتے تھے اور اس کے فضل اور انعام کے وقت ناشکر گزار بن جاتے تھے، آج بھی بہت سے ایسے ہیں کہ جب تک ان پر خدا نے اپنا فضل نہ کیا تھا ناامید ہو گئے تھے اور جب فضل نازل کیا تو کہہ دیا کہ ہم نے کسی سے کچھ نہیں لیا، ہم خود بڑے آدمی ہیں ہم ہی سب کچھ کرتے ہیں، ہمارے ہی ذریعہ سارا کام ہو رہا ہے۔ ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا آیا ہے جبکہ ان میں سے کسی پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی، کوئی مامور ان کی طرف نہیں آیا تھا، کوئی نبی انہیں ہدایت دینے کیلئے مبعوث نہیں ہوا تھا اور کوئی ایک آواز انہیں ایک جگہ پر اکٹھے کرنے کیلئے بلند نہیں ہوئی تھی اُس وقت بہت سے لوگ ایسے تھے جو خدا کے فضل سے ناامید ہو چکے تھے انہیں اسلام پر شکوک اور شُبہات پیدا ہو گئے تھے اور اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ اسلام ایک جھوٹا مذہب ہے، اسلام کو ترک کرنے کی تیاری کر چکے تھے، کوئی آریہ، کوئی عیسائی اور کوئی دہریہ ہونے کو تیار تھا لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کیا، ان میں اپنا ایک نبی بھیجا جس نے انہیں اسلام پر قائم کیا اور گمراہ ہونے سے بچایا تو افسوس ان میں سے بعض نے کہہ دیا کہ ہمیں مرزا نے کیا سکھایا، ہم آپ ہی سب کچھ جانتے تھے۔ وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ۔ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے کسی کی کیا پرواہ ہے مَیں خود سب کچھ ہوں لیکن وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا۔ اور جب اُسے کوئی تکلیف پہنچے تو ناامید ہو کر بیٹھ رہتا ہے کہ اب مَیں کہیں کا نہ رہا۔

چنانچہ یہ لوگ جب دُکھ میں تھے تو عیسائی ہونے کو تیار تھے اور اقرار کرتے تھے کہ اسلام سچا مذہب نہیں ہے لیکن جب ان پر آسمانی بارش نازل ہوئی اور ان کے گند دھوئے گئے اور ان کی ظلمت دور کی گئی تو انہوں نے دعویٰ کردیا کہ مرزا صاحب نے کیا کیا۔ وہ تو معمولی مجدّد تھے' اس طرح کے مجدّد کئی گزر چکے اور کئی آئیں گے۔ کہنے والے نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو کام مرزا صاحب کرتے تھے وہی کام مَیں بھی کررہا ہوں لیکن یہ اپنی پہلی حالت کو بھلانے کے ساتھ ہی اپنے محسن کو بھی بھول گیا اور خدا کے فضل اور انعام کو اپنی ہمت اور اپنی کوشش کا نتیجہ خیال کرکے تکبر میں آگیا ہے۔ لیکن وہ سن لے اور کان کھول کر سن لے کہ ایک دن وہ تھا کہ تُو اسلام کی صداقت سے بے بہرہ تھا اور اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کے قبول کرنے پر تیار ہوچکا تھا' تیرے اندر ایمان نکل چکا تھا' تیری آنکھیں اندھی اور تیرا دل سیاہ ہوگیا تھا' اور تیری یہ حالت ہوگئی تھی کہ تُو خداتعالیٰ سے ایسا دور ہوچکا تھا کہ اس کی ہستی کے متعلق کوئی دلیل تجھ پر اثر نہ کرتی تھی لیکن جب مرزا کے ذریعہ تُونے ہدایت پائی' تجھے کھویا ہوا ایمان تجھے واپس ملا اور تجھ پر اسلام کی صداقت ظاہر ہوئی تو تُونے دعویٰ کردیا کہ مَیں بھی وہی کام کررہا ہوں جو مرزا نے آکر کیا۔ گویا تیرے خیال میں جس طرح کے مجدد مرزا صاحب ہیں اسی طرح کا تُو بھی ہے لیکن کیا تجھے یاد نہیں کہ جب تک حضرت مرزا صاحب نے آکر صداقتِ اسلام کو ظاہر نہ کیا اور ایمان کی حفاظت نہ کی تھی اُس وقت تک تُو یہاں تک مایوس ہوچکا تھا کہ اسلام کے چھوڑنے پر تیار ہوگیا تھا لیکن جب مرزا خدا کے فضل سے آیا تو تُونے تکبر کیا اور کہا کہ ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے اپنی کوشش سے کیا ہے اور ہم وہی کام کررہے ہیں جو مرزاصاحب نے کیا۔ اے نادان! کیا تُو نہیں سمجھتا کہ تُونے نہ پہلے کچھ کیا اور نہ اب کچھ کرسکتا ہے۔ تیرا دل اور ایمان تو وہی ہے جسے عیسائیت کھینچے لئے جارہی تھی اور جو گمراہی کی طرف دوڑا جاتا تھا۔ کیا تُو بھول گیا ہے کہ وہ کون سی آواز تھی جس نے تجھے اسلام کی طرف کھینچا' تیرے ایمان کو بچایا' تجھے گمراہی سے روکا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی آواز تھی۔ کیا اس آواز سے پہلے تُو مایوس نہ تھا اور ضرور تھا۔ اس تکبر' انانیت اور انکار کے زمانہ میں بھی تو اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ مَیں ہلاکت کے گڑھے میں گرنے ہی لگا تھا کہ ایک آواز آئی جس نے مجھے بچالیا۔ یہ آواز وہ تھی جو حضرت مرزا صاحب کے ہونٹوں سے نکلی جس نے گمراہی سے تجھے روکا لیکن آج تُونے کہہ دیا کہ وہ ایک ایسا ہی ملہم تھا جیسے اور ہوئے ہیں۔

اس قسم کے لوگ ہمارے اندر سے پیدا ہوگئے ہیں اور یہ محسن کشوں کی جماعت ایسے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے کہ اس نے خود ہی محسن کشی نہیں کی اور اپنے محسن کے کام کو خود ہی ترک نہیں کیا بلکہ یہ بھی کوشش کی ہے کہ اس کی تعلیم کو دنیا کے پردہ سے مٹادیں۔ چنانچہ آج ہی ایک خط ماریشس سے آیا ہے جو ایک احمدی نے بھیجا ہے مسٹر نوردیاان کا نام ہے۔ ان کو مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط بھیجا جس میں لکھا ہے کہ مجھے مولوی غلام محمد کے ماریشس جانے کی خوشی ہے لیکن آپ ان کو یہ سمجھادیں کہ وہاں یہ عقائد نہ پھیلائیں کہ مسیح موعود مجدد نہیں بلکہ نبی تھے اور اسی لئے ان کے منکر تمام مسلمانانِ عالم کافر ہیں۔ یہاں ہندوستان میں ان دو عقیدوں سے سلسلہ کو نقصانِ عظیم پہنچا ہے پس وہاں ان کو شروع ہی میں ملیامیٹ کرنا چاہیئے۔

اس انسان سے کوئی کہے کہ تم جو لوگوں کو قسمیں دیتے ہو' تم خود ہی قسم کھاکر بتلاؤ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا ذکر کرنے سے یہاں کیا نقصان پہنچا ہے۔ ایک وہ جماعت ہے جو حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے اور ایک وہ جو نبی نہیں مانتی۔ اب سوال یہ ہے کہ جو نبی مانتی ہے اس نے سلسلہ کی ترقی میں کیا کام کیا اور جو نہیں مانتی اس نے کیا کِیا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرنا اور غیراحمدیوں کو یہ ملامت کرنا کہ تم ایک نبی کا انکار نہ کرو ورنہ نبی کے انکار سے کافر ہوجاؤ گے' سلسلہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والی باتیں ہیں تو میرا سوال ہے کہ پھر ترقی اس جماعت کی ہونی چاہیئے جو ان دونوں باتوں کی قائل نہیں' نہ کہ اُس جماعت کی جس کے راستے میں یہ دو روکیں حائل ہیں لیکن زمانہ اختلاف سے لے کر اِس وقت تک میرے پاس بہت سے ایسے لوگوں کے خطوط آچکے ہیں جو لکھتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو خدا کا نبی مان کر بیعت کرتے ہیں۔ پھر اگر یہ باتیں روک ہیں تو ہم نے جو کتابیں نبوت کے متعلق لکھی ہیں ان کے پڑھنے سے ایسی آوازیں کیوں آئیں کہ ان کی وجہ سے ہمیں حضرت مسیح موعود کی اصل شان سے آگاہی ہوئی ہے' اس لئے ہم بیعت کرتے ہیں اور مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں۔ اس قسم کے خطوط صرف غیرمبائعین کی طرف سے ہی نہیں آئے بلکہ غیراحمدیوں کی طرف سے بھی آئے ہیں۔ لیکن کیا مولوی محمد علی صاحب نے جو کتابیں نبوت کے خلاف لکھی ہیں ان کے پڑھنے والوں میں سے بھی کسی نے ان کے موافق خیالات کا اظہار کیا ہے۔

پس اگر نبوت مسیح موعود کا پیش کرنا احمدیت سے لوگوں کو دور کرنے کا باعث ہے تو

چاہیئے تھا کہ "حقیقتہ النبوت" ۲؎ اور القول الفصل ۳؎ کو پڑھ کر لوگ دور ہوجاتے لیکن بہت سے قریب آگئے اور بیعت میں داخل ہوگئے ہیں حالانکہ یہ ایسی کتابیں ہیں جن میں صرف حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا ذکر ہے اور آپ کے مسیح و مہدی ہونے کے متعلق دلائل نہیں دیئے گئے- برخلاف ان کے "ایک غلطی کا اظہار" اور "جزئی نبوت" جو نبوت مسیح موعود کے خلاف لکھی گئی ہیں پڑھ کر کوئی ایسا قابل ذکر شخص نہیں جس نے مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کی ہو- کہا جاتا ہے کہ چونکہ تمہاری جماعت زیادہ ہے اس لئے کامیابی بھی تم کو ہی زیادہ ہورہی ہے کیونکہ آدمیوں کی زیادتی پر کامیابی ہوتی ہے- ہم چونکہ تھوڑے ہیں اس لئے کم ترقی کررہے ہیں اور تم زیادہ ہو اس لئے بڑھ رہے ہو- یہ سوال بے شک قابل غور ہوتا اگر انہی لوگوں کی تحریروں اور تقریروں میں ہم یہ دعویٰ نہ دیکھتے کہ جماعت کے اُنیس حصے ہمارے ساتھ ہیں اور ایک حصہ ان کے ساتھ- اگر ان لوگوں کی طرف سے جو لائف ممبر کہلاتے اور جو پاک ممبر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یہ تحریر نہ ہوتی اور مولوی محمد علی صاحب جو امیرِ قوم کے لقب کے دعویدار ہیں اس کا اقرار نہ کرتے تو اَور بات تھی لیکن اب جبکہ یہ کہا جاتا ہے کہ تم زیادہ ہو اس لئے زیادہ ترقی کررہے ہو ان دوباتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا پڑے گا- یا تو یہ کہ جماعت کا بیسواں حصہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو نہیں مانتا بلکہ اکثر حصہ جماعت کا یہ عقیدہ رکھتا ہے یا یہ کہ مبائعین کی تعداد تو تھوڑی ہے لیکن کامیابی انہیں کو زیادہ ہورہی ہے لیکن ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا اقرار کرنے سے یہ ثابت ہوجائے گا کہ وہ بڑی بڑی جسامتوں والے جن کی ظاہری شکلوں نے بعضوں کو بھلا رکھا ہے دراصل ان کی وجاہت کے پردے میں اسلام اور احمدیت سے نفرت چُھپی ہوئی ہے اور انہوں نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ نبوت مسیح موعود کا اقرار کرنا سلسلہ کی ترقی میں روک ہے یا جب انہوں نے کہا تھا کہ اُنیس حصے جماعت کے ہمارے ساتھ ہیں اور ایک حصہ ان کی طرف تو دنیا کو دھوکا دیا تھا- کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُنیس حصہ جماعت کا ان کی طرف ہونا جھوٹ ہے تو ہونے دو- اس سے تو یہ ثابت ہوگیا کہ وہ جھوٹے ہیں' فریبی ہیں' دھوکا باز ہیں لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کثیر حصہ جماعت کی زیادہ ترقی کا باعث نہیں ہوا کرتا- انہوں نے بے شک جھوٹ بولا' فریب دیا لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبوت کا مسئلہ سلسلہ کی ترقی کی راہ میں واقعہ میں کوئی روک ہے اور یہ اعتراض ابھی قائم ہے کہ وہ کم ہیں اس لئے تھوڑی ترقی

کررہے ہیں اور تم زیادہ ہو اس لئے زیادہ بڑھ رہے ہو۔ مگر یہ بھی خیال غلط ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو غلط ثابت کرنے کیلئے یہ بات رکھ دی ہے کہ بعض ایسے علاقے ہیں جن میں مبائعین ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں تو ایسے کہ آٹے میں نمک کے برابر لیکن وہاں بھی ہمیں ہی ترقی ہو رہی ہے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ ان کے آدمی تھوڑے اور ہمارے زیادہ ہیں تو بھی ہماری ترقی زیادہ آدمیوں کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی نبوت مسیح موعود کا مسئلہ کوئی روک ہے۔ وہ علاقے جن میں ہمارے آدمی کم اور ان کے زیادہ ہیں وہاں بھی ان کے حق میں کوئی نتیجہ مترتّب نہیں ہوا۔ سارے ہزارے میں ہمارے پندرہ بیس آدمی ہوں گے۔ مگر ان کے بہت سے ہیں۔ ایبٹ آباد میں وہ خود ڈیرے لگائے بیٹھے ہیں لیکن جس دن سے اختلاف ہوا ہے اس علاقہ سے بھی دو تین ہماری بیعت میں داخل ہو چکے ہیں مگر اس نسبت سے انہیں وہاں بھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

بے شک جہاں ہماری جماعت زیادہ ہے وہاں کے متعلق یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہمارے مبلّغ بہت ہیں اس لئے ہماری جماعت زیادہ پھیل رہی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ان علاقوں پر غور کرو جہاں تم زیادہ ہو' وہاں کون ترقی کررہاہے۔ یہ تو مَیں نے مبلّغین کے زیادہ ہونے کے اعتراض کو تسلیم کرکے کہا ہے ورنہ کیا یہ ماننے کی بات ہے کہ ایک شخص ہے جو ایک بیج بو رہا ہے اور مناسب موقع پر بو رہا ہے لیکن ایک اَور ہے جو بہت سے بیج بو رہا ہے مگر بے موقع۔ تو کیا اس کا ایک بیج زیادہ پھل لائے گا جو موقع مناسب پر بونے والا ہے یا اس کا جو بے موقع بہت سے بیج بو رہا ہے۔ بے شک اس کا ایک دانہ پھل لے آئے گا اور دوسرے کے ہزاروں دانے بے فائدہ ثابت ہوں گے۔ ہمارے مبلّغوں کا کثرت سے ہونا اور اس وجہ سے زیادہ پھیلنا ہماری صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ورنہ بھدّی آوازیں جتنی زیادہ نکلیں اتنا ہی زیادہ ان سے لوگوں کو دور بھاگنا چاہیئے۔ جہاں ایک بدصورت ہو وہاں تو کوئی ایک طرف منہ کرکے بیٹھ سکتا ہے لیکن اگر بہت سے بدصورت آنکھیں نکالے ڈرا رہے ہوں تو وہاں سے بھاگنا ہی پڑے گا۔

پس اگر ہم ایسے ہی ہیں تو چاہیئے تھا کہ جس قدر ہم زیادہ تھے لوگ اسی قدر اَور زیادہ ہم سے نفرت کرتے۔ ہمارے مبلّغوں کا کم ہونا تو ہماری ترقی کا ذریعہ ہو سکتا تھا کیونکہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ بیعت کرنے والوں کو معلوم نہیں کہ ان کے کیا عقائد ہیں اور نہ ان کے مبلغ ہر

جگہ ہیں کہ ان سے زبانی طور پر لوگ باتیں سن کر صحیح نتیجہ نکال سکتے اس لئے ان کی جماعت میں صرف کتابوں کے ذریعہ لوگ شامل ہورہے ہیں۔ لیکن جب ہمارے زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگ ہم میں آرہے ہیں تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ نبوت کا مسئلہ ذریعہ ہے ہماری ترقی کا اور باوجود ہر جگہ پر نبوت مسیح موعودؑ کا اقرار نہ کرنے والے لوگوں کے موجود ہونے کے لوگ ہمارے سلسلہ کو قبول کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک شخص نے مسئلہ نبوت کے متعلق پوچھا ہے اور لکھا ہے کہ خواجہ صاحب نے لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَات ؎ کو لے کر حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر جو اعتراض کئے ہیں ان کا جواب دیا جائے خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَات۔ اس کے لفظی معنوں پر غور کرو۔ جو یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مبشرات کے سوا باقی کوئی چیز نبوت کی نہیں رہی۔ یعنی نبوت میں مبشرات کے علاوہ دیگر امور بھی داخل ہیں۔ نبوت کے ایک سے زیادہ اجزاء ہوتے ہیں اور ان میں ایک جزو مبشرات ہے۔ نبی وہ ہوتا ہے جس میں مبشرات بھی ہوں اور دیگر اجزائے نبوت بھی جو بالفاظ آنحضرت ﷺ آپ کے بعد باقی نہیں رہے۔ پھر ان کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مبشرات کوئی نبوت ہے تو اس حدیث کو اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا عَیْنُ النُّبُوَّۃِ۔ نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر عین نبوت لیکن یہ ایک بیہودہ فقرہ بن جاتا ہے اس لئے اس حدیث کے یہی معنے ہیں کہ نبوت سے کوئی چیز باقی نہیں رہی مگر مبشرات۔ ایک اور شخص نے بتایا ہے کہ خواجہ صاحب نے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ؎ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت سے میاں صاحب یہ استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ مرزا صاحب مبشر تھے اس لئے وہ رسول بھی ہیں حالانکہ اس کا عکس لینا جائز نہیں کیونکہ ہر ایک قضیئے کا عکس درست نہیں ہوتا۔

سنا ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنی علمیت کے بڑے بڑے دعوے کئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ میاں صاحب نے اپنی تصنیفوں میں علمی غلطیاں کی ہیں۔ چونکہ خواجہ صاحب سے مَیں واقف ہوں اس لئے خوب جانتا ہوں کہ انہیں کتنا علم ہے اور کتنا فلسفہ اور منطق جانتے ہیں۔ خیر منطق اور فلسفہ نہیں جانتے تو نہ سہی لیکن کسی کی عربی دانی پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ خواجہ صاحب علمِ عربی سے ایسے ہی دور ہیں جیسا کہ گدھے کے سر سے سینگ۔ علمِ عربی کا جاننا تو الگ رہا خواجہ صاحب تو قرآن بھی نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہیں تو ہم

قرآن کا ایک رکوع رکھ دیتے ہیں' اس کا صحیح ترجمہ کردیں- ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ عربی عبارت لکھیں یا کوئی منطقی مسئلہ حل کریں بلکہ یہ کہ وہ قرآن کے ایک رکوع کا صحیح ترجمہ کردیں- اس سے ہی ان کا علم ظاہر ہوجائے گا اور پتہ لگ جائے گا کہ وہ کیسے عالم ہیں لیکن وہ اس طرف نہیں آئیں گے- اب میں بتاتا ہوں کہ انہیں لَمْ یَبْقَ مِنَ النَّبُوَّةِ اِلَّاالْمُبَشِّرَات کے معنے کرنے میں کیا دھوکا لگا ہے- انہیں وہی دھوکا لگا ہے جو حضرت ابراہیم کے پرندوں کو زندہ کرنے والی آیت کے متعلق غیراحمدیوں کو لگا ہے- وہاں آتا ہے کہ چار پرندے لے اور ہر ایک پہاڑ پر ان کا ایک جزو رکھ دے- غیراحمدی اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ جزو ٹکڑا ہوتا ہے- اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے ان جانوروں کا قیمہ کیا اور پھر تھوڑا تھوڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دیا- لیکن انہیں معلوم نہیں کہ جماعت کا جزو اس کے افراد ہوتے ہیں نہ کچھ حصہ-

استثناء دو قسم کا ہوتا ہے- اگر شے واحد سے استثناء ہو تو اس کے حصے اور ٹکڑے مراد ہوتے ہیں اور جب مجموعہ سے اور جماعت سے استثناء ہو- تو اس کے معنی افراد کے ہوتے ہیں- مثلاً ہم یہ کہیں کہ سو آدمی بیمار تھے ان میں سے نہیں بچا مگر ایک حصہ- تو اس کے یہ معنے نہیں کہ سو آدمیوں میں سے ایک کی ٹانگ' ایک کی آنکھ' ایک کا کان بچ رہے ہیں بلکہ یہ کہ دس بیس یا تیس یا چالیس آدمی بچ گئے ہیں- لیکن اگر یہ کہیں کہ ایک لاش کو جانور کھاگئے ہیں مگر اس کاایک حصہ بچ رہا ہے تو اس سے مراد اس کاہاتھ یا پاؤں یا ران بچ گئی ہے- پس جب استثناء شے واحد سے ہو تو اس سے مراد اس کا جزو ہوتا ہے- اور جب استثناء جنس سے ہوتو اس کا ایک حصہ ہوتا ہے اس بات کے نہ سمجھنے سے خواجہ صاحب نے ڈینگ ماری ہے اور کہا ہے کہ میاں صاحب نے علمی غلطیاں کی ہیں- دراصل یہ فقرہ کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النَّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَات اسی طرح کا ہے جس طرح کہا جائے کہ پانی میں سے نہیں بچا مگر جو لوٹے میں ہے- اس سے مراد جنسِ ماء سے ہے- اور اس کے یہ معنے نہیں کہ لوٹے میں جو ہے وہ پانی نہیں- ایک چیز کی مختلف اقسام ہوتی ہیں اور ان سب کے مجموعے کا ایک نام ہوتاہے اور کبھی درجے کے لحاظ سے اقسام ہوتی ہیں اور ایک کے اوپر دوسرا اور تیسرا درجہ ہوتا جاتا ہے لیکن ہرایک درجہ کا نام ایک ہی ہوتا ہے- اس کی مثال علم طب کی ہے اس کی ایک قسم سرجری ہے اور ایک قسم علاج ابدان- دوائیوں سے اور ایک بیطرہ ہے- سرجری علم جرحی سے علاج کرنے کو کہتے ہیں اور بیطرہ چوپایوں کے علاج کانام ہے- اب کہیں

یہ ذکر ہو کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ الطِّبِّ الْیُوْنَانِیَّۃِ اِلَّا بِیْطَرَۃِ۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ طبِّ یونانی سے نہیں رہا مگر طب کی قسم بیطرہ - اور اس سے یہ کبھی مراد نہیں لی جائے گی کہ طب کی جو بیطرہ قسم ہے وہ بھی نہیں رہی یا وہ طب ہی نہیں یا یہ کہ حیوانوں کا جو ڈاکٹر ہوتا ہے وہ ناقص ڈاکٹر ہے۔ پھر اسی طرح کی ایک اَور مثال ہے اور وہ یہ ہے کہ سول سروس کی نوکری میں سب سے چھوٹا درجہ اسسٹنٹ کمشنر کا ہے۔ اس سے بڑھ کر ڈپٹی کمشنر۔ اس سے بڑھ کر کمشنر۔ اس سے بڑھ کر فنانشل کمشنر۔ اور اس سے بڑھ کر لفٹننٹ گورنر کا درجہ ہے۔ اب کوئی کہے کہ سول سروس میں سے کوئی پوسٹ باقی نہیں رہی مگر اسسٹنٹ کمشنری۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہوں گے کہ یہ سول سروس ہی نہیں بلکہ یہ کہ سب سے چھوٹا درجہ جو سول سروس کا ہے وہ باقی رہ گیا ہے اور بڑے درجے نہیں رہے یا کوئی کہے کہ سول سروس میں سے نہیں باقی رہا مگر کمشنری کا درجہ۔ تو اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ ایک کمشنر سول سروس کا ممبر نہیں ہوتا۔ تو نبوت کے بارے میں ان لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہے کہ انہوں نے فرض کرلیا کہ جو شریعت لائے وہی نبی ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔

پس جبکہ نبوت کو صرف ایک قسم پر محدود کردیا تو لَمْ یَبْقَ سے یہ نتیجہ لازماً نکالنا پڑا کہ جب نبوت صرف ایک قسم کی ہے تو اب جو کچھ باقی ہے وہ کوئی جزو ہی ہونا چاہیئے نہ کہ کُل۔ حالانکہ بنائے دعویٰ ہی فاسد ہے۔ اگر نبوت صرف شریعت لانے کا نام ثابت ہو تب تو یہ دعویٰ ہوسکتا ہے لیکن جبکہ یہی ثابت نہیں تو اس حدیث کے وہ معنے درست ہی نہیں جو خواجہ صاحب کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ نبوت کئی قسم کی ہے جن میں سے دو موٹی قسمیں تشریعی نبوت اور غیر تشریعی نبوت ہیں جن کا ثبوت قرآن کریم اور تاریخ سے کافی طور پر ملتاہے۔ پس لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ کے یہ معنی ہوں گے یہ اقسام نبوت میں سے مبشرات والی نبوت یعنی بلا شریعت نبوت باقی رہ گئی ہے نہ یہ کہ نبوت باقی ہی نہیں رہی۔

مَانُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ کی آیت میں خدا تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ مرسلوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں۔ یعنی المبشرات ہی نبوت ہیں۔ ہاں نبوت کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی - یعنی ایک وہ جس میں مبشرات اور شریعت ہو اور ایک وہ جس میں صرف مبشرات ہوں۔ اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ - نبوت کے اقسام میں سے باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔ یعنی

مبشرات والی نبوت باقی ہے- اور مبشرات کو خدا تعالیٰ نے مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلاَّ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ میں نبوت قرار دیا ہے- اور بتایا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کی خبروں میں انذار اور تبشیر ہو- نیز قرآن شریف میں نبی کی یہ پہچان بتائی ہے کہ لاَ یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا- اِلاَّمَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ؎ یعنی غلبہ علی الغیب کی شرط جس میں پائی جائے وہ رسول ہوتا ہے- مبشرین ومنذرین والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی نبی کا کام ہوتا کہ اخبار انذار اور تبشیر سنائے اور دنیا کی اصلاح کا کام اسی آیت سے نکل آتا ہے کیونکہ جو لوگ انبیاء کو مانتے ہیں وہ مبشرات سنتے ہیں اور جو نہیں مانتے وہ عذاب پاتے ہیں اور اسی کا نام اصلاح ہے-

پس لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلاَّ الْمُبَشِّرَات کے یہ معنے ہوئے کہ نبوت جو حاوی ہے تشریعی اور غیر تشریعی نبوت پر' اس میں سے نہیں باقی رہی مگر مبشرات والی یعنی غیر تشریعی نبوت- اور یہ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلاَّ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ میں بتادیا کہ نبیوں کا کام تبشیر و انذار ہی ہے- پس لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلاَّ الْمُبَشِّرَات کے متعلق یہ کہنا کہ اگر تمہارے معنی درست ہیں تو لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلاَّ عَیْنُ النُّبُوَّۃِ چاہیئے تھا باطل ہے ورنہ لَمْ یَبْقَ مِنَ الْمَاءِ اِلاَّ مَا فِیْ ھٰذَا الاِبْرِیْقِ اور لَمْ یَبْقَ مِنَ الطِّبِّ الْیُوْنَانِیَّۃِ اِلاَّ الْبِیْطَرَۃِ کے یہ معنے کرنے پڑیں گے کہ لوٹے کا پانی پانی نہیں- اور بیطرہ طب نہیں ناقص طب ہے- ان کے دعویٰ کی تمام بناء نبوت کو تشریعی نبوت میں محدود کرنے پر ہے لیکن یہ بات ثابت نہیں- حضرت یحیٰؑ ایک ایسے نبی تھے جو حضرت مسیحؑ کی زندگی میں موجود تھے تو کیا ایک گاؤں میں ایک خاندان میں اور ایک قوم میں یہ دونوں نبی علیحدہ علیحدہ شریعت لے کر آئے تھے- اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت مسیحؑ کوئی شریعت لائے تھے گو میرا یہ مذہب نہیں تو ماننا پڑے گا کہ حضرت یحیٰؑ کوئی شریعت نہیں لائے تھے اور اگر حضرت موسیٰؑ شریعت لائے تھے تو حضرت ہارون نہیں لائے تھے- ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ غیر تشریعی نبی ہوئے ہیں- اور ایسے نبی آنحضرت ﷺ کی وساطت سے اب بھی ہوسکتے ہیں- ہاں اگر یہ ثابت کردیا جائے کہ تشریعی نبوت کے سوا اور کوئی نبوت نہیں تو ہم مان لیں گے کہ مبشرات سے مراد جزوِ نبوت ہے نہ کہ نبوت- لیکن اس طرح مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلاَّ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ کی آیت کا انکار کرنا پڑے گا اور ماننا پڑے گا کہ اب کوئی ایسا انسان نہیں آسکتا جو بشیر اور نذیر ہو حالانکہ مسیح موعود آیا اور اس نے ہزاروں اور لاکھوں ایسے نشان دکھلائے جو آپ کے ماننے

والوں کیلئے بشارت اور نہ ماننے والوں کیلئے انذار کا باعث ہوئے۔ پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کوئی مصلح بھی نہیں آسکتا اور خداتعالیٰ کی طرف سے سوائے تبشیر کے اور کچھ نہیں آسکتا نہ مخلوق کی اصلاح کیلئے نہ علم کے بڑھانے کیلئے' کیونکہ مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انبیاء کا جو یہ کام ہوتا ہے کہ لوگوں کا خداتعالیٰ سے تعلق پیدا کراتے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی نسبت خداتعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۷ یہ بھی بند ہوجائے گا۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں آئے گا جو لوگوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرے۔ پھر قرآن شریف میں نبی کے کاموں کی یہ تشریح آئی ہے کہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُزَکِّیْھِمْ ۸ یہ بھی سب کام بند سمجھنے چاہئیں یعنی کتاب اور حکمت کے سکھانے والا اور لوگوں کو پاک کرنے والا کوئی بھی نہیں آسکتا۔ صرف یہ کہنے والا آسکتا ہے کہ فلاں کے گھر بیٹا ہوگا فلاں کو یہ خوشی ہوگی فلاں کو وہ ہوگی۔ پس اگر مبشرات کو نبوت کا کوئی جزو ٹھہراؤ گے تو یہ سب کچھ ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ مبشرات کو نبوت کا ایک درجہ اور ایک قسم قرار دیا جائے۔ ہمارا دعویٰ ہے اور ہم خدا کے فضل سے قرآن اور تاریخ سے ثابت کرسکتے ہیں کہ ایسے نبی آئے ہیں جو شریعت نہیں لائے۔ اب جب تک کوئی یہ ثابت نہ کردے کہ تشریعی نبوت کے سوا اور کسی قسم کی نبوت نہیں اس وقت تک مبشرات کو نبوت کا جزو نہیں قرار دیا جاسکتا۔

خواجہ صاحب کی علمی نادانی دیکھئے۔ لکھتے ہیں

"لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۹ کے ماتحت ہم میں سے جو خدا کی نگاہ میں مومن ہوگا وہ مبشر ہوسکتا ہے اور اس لئے وہ آیت بالا کے ماتحت حسبِ استدلال میاں صاحب رسول ہے"

لیکن یہ بات خواجہ صاحب کے جاہل مطلق ہونے پر دال ہے اس آیت کے تو یہ معنے ہیں کہ مومنوں کو بشارت دی جاتی ہے یعنی خدا کی طرف سے ان کو بشارت ملتی ہے لیکن جس آیت سے میں نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کا استدلال کیا ہے وہ یہ ہے مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کو یہ درجہ دیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو بشارت دیتا ہے پس پہلی آیت تو یہ بتاتی ہے کہ ہم نبیوں کو نہیں بھیجتے مگر لوگوں کو بشارت دینے اور ڈرانے کیلئے۔ اور دوسری آیت یہ بتاتی ہے کہ مومنوں کو خداتعالیٰ سے بشارت ملتی

ہے اور ان مضمونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے نبی بشارت دینے والا ہے اور مؤمن بشارت لینے والا- کیا یہ دونوں باتیں ایک ہی ہیں لیکن خواجہ صاحب کی علیت ان کو ایک ہی سمجھ رہی ہے حالانکہ رسولوں کو مُبَشِّر بکسرِ "ش" اور مومنوں کو مُبَشَّر (آیت لَهُمُ الْبُشْرٰی کے معنوں کے مطابق) بفتح "ش" کہا گیا ہے-

اب باقی رہامعاملہ قسم کا' سو ہم نے ان کی قسم کے جواب میں اس لئے خاموشی اختیار نہیں کی تھی کہ ہم بھاگتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی بات پر پکے ہوجائیں- ہم قسم کھائیں گے اور ضرور کھائیں گے کیونکہ ہم وہ ہیں جن کا قدم خدا کے فضل سے کسی مقابلہ میں پیچھے نہیں ہٹتا- لیکن وہ یاد رکھیں کہ جب ہم انہیں قسمیں دیں گے اور حق بات کیلئے دیں گے تو وہ نہیں کھائیں گے اوراگر کھائیں گے تو جس طرح یہ سورج نظرآرہاہے اوراس میں کسی کو شک نہیں اور جس طرح ہم یہاں بیٹھے ہیں اوراس میں کچھ کلام نہیں' اسی طرح صاف طورپر وہ تباہ ہوجائیں گے- انہوں نے ایسی تلوارتیارکی ہے جو ہماری گردنوں پر نہیں بلکہ ان کی گردنوں پر چلے گی- انہوں نے ایسا گڑھاکھودا ہے جو ہمارے لئے نہیں بلکہ وہ اُن کے گرنے کیلئے ہے- ہم قسمیں کھائیں گے اوربتائیں گے کہ ہم اُس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعود زندہ تھے آپ کو نبی مانتے تھے- لیکن وہ قسمیں نہیں کھائیں گے چنانچہ ابھی سے انہوں نے یہ شرطیں لگانی شروع کردی ہیں کہ تمہاری قسمیں بیہودہ اورلغو باتوں کے متعلق ہیں یہ قسم نہ کھانے کے سامان ہیں لیکن مَیں قسم کھاتا ہوں- وہ خدا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' وہ خدا جوعذاب کی طاقت رکھتا ہے' وہ خدا جس نے میری جان کو قبض کرنا ہے' وہ خدا جوزندہ قادراورسزاوجزاء دینے والا ہے' وہ خدا جس نے آنحضرت ﷺ کو دنیاکی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایااور وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کومبعوث کیا' مَیں اس کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ مَیں حضرت مرزاصاحب کواُس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے اُسی طرح کانبی مانتا تھاجس طرح کااب مانتاہوں- مَیں اس بات کیلئے بھی قسم کھاتاہوں کہ خداتعالیٰ نے رؤیا میں مجھے منہ درمنہ کھڑے ہوکرکہا ہے کہ مسیح موعود نبی تھے- مَیں یہ نہیں کہتاکہ غیر مبائعین سب کے سب عملی لحاظ سے بُرے ہیں اورہماری جماعت کے سارے کے سارے عمل میں اچھے ہیں مگرمَیں قسم کھاکر کہتاہوں کہ جن عقائدپرہم ہیں وہ سچے ہیں- خداتعالیٰ اس بات کاگواہ ہے کہ اس کی طرف سے حضرت مسیح موعود نبی ہوکر آئے- ہم نے اس کی زبان

سے اپنے کانوں سنااور اس کی تحریروں میں پڑھااس سے ہمیں ہرگز ہرگز انکار نہیں۔
مَیں نے تو قسم کھالی ہے اور باقی ہماری جماعت کے لوگ قسم کھانے کیلئے تیار ہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ یہ تلوار اُن ہی کی گردنوں پر چلے گی۔ مَیں نے رؤیا میں دو آدمیوں کی نسبت کہا ہے لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۔ تو انہوں نے کہا ہے۔ آمین۔ وہ دونوں تو تباہ ہو رہے ہیں۔ مَیں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس سے مجھے بہت سرور ہوا۔ رات کو میں نے اُٹھ کر سب گھر والوں کو جگادیا کہ نفل پڑھو اور اس کے بعد مَیں بھی نہیں سویا۔ وہ خواب یہ ہے کہ مجھ سے حضرت مسیح موعودؑ نے پوچھا کہ تم نے نبوت کے متعلق کیا دلائل دیئے اور لوگ سن کر کیا کہتے ہیں چڑتے تو نہیں۔ مَیں نے کہا کہ لوگ اچھی طرح سنتے ہیں اور دلائل بھی بتائے جو آپ نے بہت پسند کئے اور خوش ہوئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کی نسبت بتایا کہ کس طرح مخالفت کرتے ہیں۔ یہی باتیں کرتے ہوئے شیخ رحمت اللہ صاحب آئے اور انہوں نے آکر مجھ سے مصافحہ کیا۔ مَیں نے ان سے کہا آپ بھی آج ہی حضرت مسیح موعود کو دیکھ کر ملنے آئے ہیں انہوں نے کہا کہ آپ بھی تو آج ہی ملے ہیں۔ اس گفتگو پر حضرت صاحب نے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ مصافحہ کیلئے بڑھایا اور کہا کہ شیخ صاحب ہیں لیکن شیخ رحمت اللہ صاحب نے اپنا ہاتھ پیچھے کو ہٹالیا اور مصافحہ نہیں کیا اس پر منہ موڑ لیا۔ اور پھر حضرت صاحب نے اشارہ فرمایا کہ اس کو نکال دو۔ یہ دیکھ کر مرزا خدابخش صاحب نے شیخ صاحب کو کہا کہ تم پر بڑا ظلم ہوا ہے اور ان سے رلپٹ گئے اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہیں تم بھی میرے مریدوں میں ہو۔ پھر دونوں کو نکالنے کا اشارہ فرمایا۔ جس پر دونوں کو پکڑ کر نکال دیا گیا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک مکان میں ہیں اور اس جگہ فوجی پہرہ ہے اور بینڈ باجہ بج رہا ہے۔ بڑی شان وشوکت اور رونق ہے۔ مَیں نے آپ سے کہا حضور شروع میں تو مجھے بڑا فکر تھا کہ یہ بڑے بڑے آدمی نکل گئے ہیں' اب کیا ہوگا۔ لیکن خداتعالیٰ نے خود ہی سب کام کردیا۔ اور میری کیا حیثیت ہے میرے سب کام خداتعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اور اس پر سخت رقّت طاری ہوئی اور آنکھ کھل گئی۔

مَیں یہ نہیں کہتا کہ ہم میں کوئی کمزوری نہیں اور ہم ملائکہ کی طرح ہیں۔ مگر میں یہ کہتا ہوں اور خداتعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ہمارا عقیدہ حق ہے اور حضرت صاحب نبی تھے اور ایسے نبی تھے جیسے پہلے ہوئے ہیں۔ ہاں آپ براہِ راست

نبی نہیں اور آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ آپ امتی نبی ہیں یعنی نبی تو ہیں لیکن آپ کو نبوت ایک نبی کی اتباع میں ملی ہے اس نبوت سے ہم کسی وقت بھی منکر نہیں نہ پہلے تھے اور نہ اب ہیں۔ خواب میں مَیں نے نبوت کے متعلق جو دلائل حضرت مسیح موعودؑ کو سنائے ان میں سے ایک آیت سے مَیں نے یہ استنباط کیا(وہ آیت یاد نہیں رہی) کہ ہم نبی بھیجتے رہتے ہیں۔ لوگ ان کا مقابلہ کریں یا نہ کریں' انہیں مانیں یا نہ مانیں۔ اب بھی نبی ضرور آئیں گے۔ پس قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا صداقت آگئی اور باطل بھاگ گیا۔ باطل ہمیشہ ہلاک اور تباہ ہی ہوا کرتا ہے۔ میں تو اس کیلئے بھی تیار ہوں کہ آؤ وہی کریں جو نجران کے مسیحیوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ پیغام میں کفر کا فتویٰ تو وہ ہماری نسبت دے ہی چکے ہیں اگر انہیں جرأت ہے تو آئیں فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ [10] بڑی آسان بات ہے۔ قسم ہی نہیں بلکہ مباہلہ کرلیں۔ جب کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں تو انہیں کوئی عُذر بھی نہیں ہوسکتا۔اور جب وہ مجھے کافر سمجھتے ہیں تو میرے لئے کیا روک ہے کہ میں ان سے مباہلہ نہ کروں مجھے جو کافر قرار دیتے ہیں مجھے ان سے مباہلہ جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم قسم سے بھاگتے ہیں۔ مَیں قسم سے نہیں بھاگتا بلکہ مباہلہ کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ یہاں اس بات پر جھگڑا نہیں کہ مَیں ولی ہوں یا نہیں' مَیں نیک ہوں یا نہیں بلکہ یہ کہ مسیح موعودؑ خدا کا سچا نبی ہے یا نہیں۔ مَیں باوجود اپنی کمزوریوں کے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے ہی کامیاب کرے گا اور مَیں ان کی بُزدلیوں سے واقف ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ وہ مقابلہ پر کبھی نہیں آئیں گے۔ بلکہ خرگوشوں کی طرح میرے مقابلہ سے بھاگ جائیں گے اور بہانہ بناکر اس موت کے پیالہ کو ٹالنا چاہیں گے۔

(الفضل ۲۳۔ ستمبر ۱۹۱۵ء)

---

[1] بنیٓ اسرآءیل:۸۱ تا ۸۵

[2،3] تصانیف سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی۔

[4] بخاری کتاب التعبیر باب المبشرات

[5] الکھف:۵۷ [6] الجن:۲۷،۲۸ [7] اٰل عمرٰن:۳۲

[8] البقرۃ:۱۳۰ [9] یونس:۶۵ [10] اٰل عمرٰن:۶۲